Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

قانتہ رابعہ

روزانہ کی طرح جوں ہی کلاک نے ایک بجایا' گاڑی کا ہارن بجا' گیٹ کھلنے کی آواز آئی اور عبدالحفیظ صاحب اندر داخل ہوئے۔

"بابا آگئے... بابا آگئے۔" مغیث' منیب سب کام چھوڑ کر ہاتھ دھونے کے لیے واش روم میں گھس گئے۔ شادی کی رات دو گھنٹے تیرہ منٹ اور سات سیکنڈ عبدالحفیظ صاحب نے بیوی کو اپنی منظم زندگی کی خصوصیات گنوائی تھیں اور اس منظم زندگی کا دارومدار (ان کے بقول) صرف اور صرف وقت کی پابندی میں تھا۔ سووہ دن اور آج کا دن نصرت مامی گھڑی کی سوئیوں کی طرح گھومتی تھیں۔

ٹھیک ایک بجے عبدالحفیظ صاحب اسپتال سے آتے' کھانا ڈائننگ ٹیبل پر لگ چکا ہوتا تھا۔ صرف پھلکے بنانے کا کام باقی ہوتا۔ جو سربراہ کے آتے ہی توے سے اترنا شروع ہوجاتے۔ ایک بج کر دس منٹ پر کھانا لگ چکا ہوتا اور گھر کے سب افراد جمع ہوتے۔ بھوک لگی ہو یا نہ لگی ہو' گھر کے سب افراد کو کھانے کی میز پر موجود ہونا چاہیے۔ سو سب ہی حاضر ہوتے' کھانا خاموشی سے کھایا جاتا' بعد میں سویٹ ڈش کے طور پر کوئی نہ کوئی پھل پیش کیا جاتا' جسے کھانے کے دوران گپ شپ ہوتی۔ مسئلے مسائل پیش کیے جاتے اور حل ڈھونڈا جاتا جو بالعموم بیس سے بائیس منٹ کے دورانیے میں مل ہوجاتا۔

مغیث' منیب نے عبدالحفیظ صاحب کو آتے دیکھا تو فوراً" ہاتھ دھو کر کھانے کی میز پر پہنچے۔ عبدالحفیظ صاحب جونہی کھانے کے کمرے میں داخل ہوئے۔ سوں سوں کرکے ناک سکیڑتے ہوئے کچھ سونگھا اور بولے۔

"لگتا ہے حافظ آباد سے آئے ہیں۔"

کمرے میں موجود افراد کھلکھلا کر ہنسے۔

"واہ بابا جان' کیا کہنے آپ کی اس حس شناخت کے' آپ کو کیسے پتا چلا؟" ان کی اکلوتی بیٹی ثوبیہ بولی۔

"وہ ایسے کہ آپا آئی ہوں یا نفرہ' مجھے ان کے کپڑوں سے ہی حافظ آباد کے چاولوں کی خوشبو آجاتی ہے۔" عبدالحفیظ صاحب معصومیت سے بولے۔

دروازہ کھلا اور نفرہ اندر داخل ہوئی۔ "ماموں میاں! السلام علیکم!"

ماموں میاں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا' منہ سے وعلیکم السلام کہا اور بولے۔ "کب اور کس کے ساتھ آئی ہو۔" ان کے چہرے پر بڑی دل نواز مسکراہٹ تھی' جیسے کسی ہمدم دیرینہ سے ملاقات کے وقت...

"ابھی بیس پچیس منٹ پہلے رضی بھائی کے ساتھ... ان کی ہاؤس جاب کل سے شروع ہے نا۔" ماموں میاں کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے نفرہ نے جواب دیا۔

"بہت اچھی بات ہے۔ اب آئی ہو تو چار چھ دن رہ کے ہی جانا۔" انہوں نے لقمہ توڑنے سے پہلے کہا۔

"نہیں' ماموں میاں' مجھے آج ہی واپس جانا ہے۔" نفرہ نے وضاحت کی۔ ماموں میاں خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔ جونہی کھانا ختم ہوا' ہاتھ نیپکن سے صاف کیے' انگوروں کا گچھا سامنے رکھتے ہوئے ماموں میاں نے نفرہ کو مخاطب کیا۔

"آج ہی کیوں' کوئی ایمرجنسی ہے کیا؟"

"پڑوس والے ذوالفقار صاحب کی نواسی کی شادی ہے۔" نفرہ نے فوری واپسی کی وجہ بتائی۔

"چھوڑو بھئی... کیا رکھا ہے شادیوں میں شرکت

سے' ہاں ہمارا پرسوں پہاڑی علاقوں کا پروگرام ہے کاغان' ناران' ناگم جبہ کا۔۔۔ ساتھ چلو' عیش کروگی۔" اب کے ممانی نصرت نے بھی لب کشائی کی۔ نفرہ اگر ان کے میاں کی چہیتی تھی تو وہ بھی برابر کی دعوے دار تھیں۔

"ممانی جان! وہاں تو گرم کپڑوں' بند جوتوں' جاگرز وغیرہ کی ضرورت ہوگی' میں تو صرف یہ سوٹ لائی ہوں جو پہن رکھا ہے۔" نفرہ نے نہ جانے کی اپنی تئیں معقول وجہ پیش کی۔

"یہ تو محض بہانہ ہے' میرا تمہارا ایک ہی سائز ہے' جوتوں کا بھی اور کپڑوں کا بھی۔۔۔ ہاں نہ جانا چاہو تو الگ بات ہے۔" ماموں میاں کی اکلوتی بیٹی ثوبیہ نے ناک

چڑھاتے ہوئے کہا۔ ثوبیہ عمر میں تو نفرہ سے دو سال تین مہینے بڑی تھی، مگر نصرت مامی کی طرح اس کا قد بھی نسبتاً" کم تھا۔ نفرہ کے برابر۔۔۔ برابر۔۔۔

"نہیں ثوبیہ باجی! بہانہ نہیں اصل میں۔۔۔"

کھی کھی کھی۔۔۔ قل قل قل کرکے چاروں طرف سے قہقہے ابل پڑے۔ نفرہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑے سب کو دیکھ رہی تھی۔

"بری بات، میری نجورانی کو کوئی نہ تنگ کرے۔" ماموں میاں نے سب کو سرزنش کی۔

"بھئی نفرہ! بات یہ ہے کہ آج صبح ناشتا کے بعد ہم سب اپنی بحث اور ڈسکشن کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی گفتگو میں۔۔۔ اگر، مگر، چونکہ، چنانچہ یا "دراصل" میں کا لفظ شروع ہی میں استعمال کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کہیں نہ کہیں بات چھپا رہا ہے۔"

"اوہ۔۔۔ اچھا!" نفرہ کھسیانی ہنسی ہنسنے لگی، پھر بولی۔ "لیکن میری بات سو فیصد درست ہے، پھر بھی۔۔۔ اصل میں سے ہی شروع ہوگی کہ پچھلی دفعہ میں دو دن کے لیے لاہور آئی اور بارہ دن کے بعد حافظ آباد پہنچی تو گھر والوں نے مجھے دیکھتے ہی پتا ہے کیا کہا۔"

اللہ جانے کہاں سے ساون بھادوں کی بارش اس کی موٹی موٹی آنکھوں سے برسنے لگی۔ ٹپ ٹپ ٹپ آنسو اس کے رخساروں پر گرے۔ اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے اس نے کہا۔ "ممانی جان! آپا اور رضی بھائی مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے۔ "اے لڑکی! کیوں کھسی جا رہی ہو ہمارے گھر میں۔۔۔ کون ہو تم؟" ابا کہنے لگے۔ "دیکھی دیکھی سی شکل ہے، شاید لاہور میں کہیں دیکھا ہو۔"

سارے پھر۔۔۔ کورس کی شکل میں ہنسے۔

بات نفرہ کی سو فیصد درست تھی۔ وہ جب بھی لاہور آئی، بے چاری بری طرح سے ہی پھنسی۔۔۔ کبھی ممانی جان کا اچانک پتے کا آپریشن ہوا، عالیہ کے ایف ایس سی کے پیپرز کے بعد انٹری ٹیسٹ چل رہے تھے تو تیمار داری کے لیے اسے رکنا پڑا۔ کبھی مغیث، منیب کے سالانہ امتحانات ہیں، ممانی جان کی سگی خالہ کا اچانک انتقال ہوگیا۔ اب ان دونوں کو کون قابو کرکے بٹھائے اور امتحانات کی تیاری کروائے۔ ممانی جان تو تین چار دن کے لیے رحیم یار خان روانہ ہوگئیں اور اتفاقاً" وہاں پر موجود نفرہ کو ہی رکنا پڑا۔

پچھلا داغ دار ریکارڈ اس کے سامنے تھا۔ بھلا وہ کیسے مان جاتی لاہور میں قیام بڑھانے پر۔۔۔ رضی بھائی اور ابا نے کلاس لے کر اس کے ہی کان کھینچنا تھے۔ اسے کشمکش میں دیکھ کر نصرت ممانی نے کہا۔

"تم ٹینشن نہ لو، آپا سے اور نغبہ سے میں خود ہی بات کرلوں گی۔ کچھ نہیں کہیں گی وہ، تمہیں تو ویسے ہی پہاڑی علاقوں سے عشق ہے، اچھی بات ہے، چھٹیاں بھی ہیں، ہمارے ساتھ ہی چلو۔"

نفرہ خاموش رہی اور "خاموشی نیم رضا" کے مقولے کو سامنے رکھ کر سب نے خوشی سے نعرہ لگایا اور اسے مبارک باد دی۔

ماموں میاں ہوں یا نفرہ بھانجی، دونوں کی عادات و اطوار ایک جیسے تھے۔ دونوں کی ایک دوسرے میں جان تھی۔ ماموں نے بھی بھانجی پر محبتوں کے خزانے نچھاور کیے اور اتنے کیے کہ مغیث، منیب یہ کہتے پائے جاتے کہ "بابا جان ہم سے زیادہ ثوبیہ آپی اور نفرہ آپی سے پیار کرتے ہیں۔" نفرہ کی محبتوں کا تو انداز ہی جدا تھا۔ اس لیے گھر میں تھوڑا سا اضافی کام ہوتا، لاہور سے حافظ آباد ایک فون کال پر نفرہ دوڑی چلی آتی۔ اب تو خیر سے یہ بھی مشہور ہو چکا تھا کہ ماموں میاں کے گھر میں کسی کو چھینک بھی آجائے نفرہ دوڑی چلی جاتی ہے۔

ماموں، بھانجی میں یہ محبت شروع سے ہی تھی۔ دونوں کا ذوق ایک جیسا تھا۔ دونوں کی پسند ناپسند ایک جیسی تھی۔ صورت سے بھی ثوبیہ سے زیادہ نفرہ ان کی بیٹی لگتی۔ دونوں ادب کے رسیا تھے۔ ماموں ملازمت اور ڈاکٹری مصروفیات کی وجہ سے ادب اور ادبی شوق کو وقت نہ دے پاتے۔ ان کی ادبی مصروفیات محض اچھی ادبی کتب، ادبی جرائد و رسائل کے مطالعہ، ادیبوں کے بارے میں معلومات تک ہی محدود تھیں۔ یہ معلومات

اتنی اپ ٹوڈیٹ رہتیں کہ نفرو انہیں ادیبوں کی ڈکشنری کہتی۔ ہاں کبھی کبھار ڈائری کے صفحات پر اپنے دل کی باتیں ضرور رقم کیا کرتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں اسکول اور میڈیکل کالج کے وہ مجلے جن میں ان کی تحریریں شائع ہوئی تھیں، ابھی تک ان کی تعلیمی اسناد کے ساتھ محفوظ تھے۔

البتہ نفرو کا ادبی شوق مطالعے سے اوپر تھا۔ اس کی چھوٹی موٹی تحریریں، خط، تبصرے تو ہفتہ وار میگزین میں تواتر سے شائع ہوتے ہی تھے۔ انعامی مقابلہ جات میں بھی اس کی تحریروں کو اول، دوم، سوم انعام مل ہی جاتا تھا۔ نفرو ماموں میاں کی تہ دل سے ممنون تھی۔ یہ سب ان کی توجہ اور حوصلہ افزائی کی بنا پر ہی ممکن ہوا تھا۔ مارکیٹ میں کوئی نئی کتاب چھپ کر آتی یا کہیں اشتہار پڑھتے تو کتاب چوبیس گھنٹے کے اندر ماموں میاں کے ہاتھوں میں ہوتی۔ بس۔۔۔ پھر وہ کتاب ہوتی اور ماموں بھانجی کی ڈسکشن، لمبی گفتگو۔۔۔ فقرے خط کشید کیے جاتے، ان کے نئے نئے معنی ڈھونڈے جاتے۔ یہ ان دونوں کے ادبی ذوق اور روحانی تسکین کے لیے بہت عمدہ ٹانک ہوتا۔ چار دن ماموں میاں کے ہاں رہ کر واپس حافظ آباد پہنچنے والی نفرو ہفتوں اس ملاقات اور گفتگو کے حصار میں رہتی۔

شروع شروع میں ان دونوں کی گفتگو ممانی کے کچھ پلّے نہ پڑتی۔ پھر وہ اس کی عادی ہوتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آیا وہ نہ صرف ان کی لمبی لمبی ادبی گفتگو میں حصہ لیتی تھیں، بلکہ موسموں کی مناسبت سے ڈرائی فروٹ، چائے کافی، کیوبز کی شکل میں کاٹے ہوئے ٹھنڈے یخ خربوزے کے علاوہ اسی قسم کے لوازمات پیش کرتیں۔

نفرو کی معصومیت اور سادہ حسن نے بہت جلد ان کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ اب ثوبیہ کی طرح وہ اس پر بھی پورا دھیان دیتیں۔ کبھی کبابوں کا مسالا بنوا رہی ہیں، کبھی قمیص کی ترپائی سکھا رہی ہیں۔ نفرو نے فرنچ فرائز اور فرنچ ٹوسٹ پہلی مرتبہ کھائے بھی ماموں کے گھر میں تھے اور بنائے بھی ان ہی کے گھر میں تھے۔

اب ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن تھا کہ نفرو ماموں میاں کے ہاں آئے اور ماموں میاں اسے لیے بغیر پہاڑی علاقوں پر چلے جائیں۔ جب ماموں نے ساتھ چلنے پر بے حد اصرار کیا تو نفرو نے ان سے سوال کیا۔

"ماموں میاں اگر میں اتفاق سے لاہور نہ آتی تو آپ کو میرے بغیر ہی جانا تھا نا؟"

ماموں میاں نے اسے دیکھا اور جواب دیا۔ "پگلی! ہم تمہیں حافظ آباد سے لے لیتے۔"

اب پگلی کے ہونٹوں پر بارہ من وزنی قفل لگ گیا، آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ ماموں میاں کی سات بھانجیاں (تین بہنوں سے) اور بھی تھیں، اب یہ نفرو کی خوش نصیبی نہیں تو کیا تھی کہ ماموں کی شفقت اور محبت کی بلا شرکت غیرے وہ حق دار تھی۔

پہاڑی علاقوں میں گزرے سات دن اس کی زندگی کے یادگار دن تھے۔ جس پہاڑ کو دیکھا جس پتھر یا چٹان پر قدم رکھا، اس کی داستان بنا ڈالی۔ "دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو۔" پر تو دونوں ماموں، بھانجی نے پورا دن لگایا۔ پہاڑی علاقوں پر ہی کیا موقوف، چھانگا مانگا کے جنگلات ہوں یا میانوالی کے بنجر پہاڑ، جنوبی پنجاب کے میدان یا کراچی کا ساحل سمندر۔۔۔ قدرت کا ایک ایک معجزہ جہاں اسے قدرت سے قریب کرتا، وہیں ماموں میاں کی محبت کا سمندر دل میں ٹھاٹھیں مارنے لگتا۔

آٹھویں دن جب وہ لاہور کی طرف روانہ ہوئے تو سارا راستہ اس نے ماموں میاں کو منانے کی کوشش کی کہ مجھے حافظ آباد ڈراپ کرتے جائیں۔ ایسا ناراض ہوں گی۔ اباڈانٹیں گے وغیرہ وغیرہ۔ ماموں نے اسے حافظ آباد سے بائی پاس لاہور لے جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ اسی پر کاربند رہے اور وہ منہ بسورتی واپس لاہور پہنچ گئی۔ لاہور میں خوب آرام کر کے اپنی منوں ٹنوں وزنی تھکن اتار کے وہ حافظ آباد پہنچی تو گھر سے نکلے پورے چودہ دن ہو چکے تھے۔

گھر میں پہنچ کر وہی چال بے ڈھنگی، جو پہلے تھی، چلنا